رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ - - - - - ے
ششماہی - - - - - ۳ر

قیمت بیرونا پرچہ (۴ر)

مملکت
"ہفتہ وار"

ایڈیٹر:- میر حسن الدین

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ - - - - - ے
ششماہی - - - - - ۳ر

قیمت فی پرچہ (۲ر)

جلد (۹) | ۹ر آذر ۱۳۵۹ف | ۱۵ر ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ روز یکشنبہ | ۹ر اکتوبر ۱۹۴۹ء | نمبر (۲۵ و ۲۶)

اردو کے تحفظ کی ذمہ داری

از

نیاز فتح پوری

دنیا میں ہر چیز تقسیم ہو سکتی ہے۔ ہر ملکیت کے حصے کئے جا سکتے ہیں۔ ہر زر کو بانٹا جا سکتا ہے۔ لیکن زبان اور کلچر کے ٹکڑے نہیں کئے جا سکتے۔

ہماری سرزمین ہند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور حکومتیں علیحدہ علیحدہ بن گئیں۔ لیکن اردو جو کروڑوں ہندو مسلمانوں کی زبان اور دونوں کے مشترک کلچر کی نشانی ہے ہمیشہ ایک ہی رہے گی اور دونوں کی مشترکہ ملکیت ہی کی حیثیت سے رہے گی۔

اس لئے اگر آج کوئی حکومت اردو کی حمایت کرنے پر تیار نہیں تو اس کے معنے یہ نہیں کہ ہم بھی اس سے بیزار ہو جائیں۔ کیونکہ یہ چیز حکومت کی نہیں ہماری ہے ہماری قومی و اجتماعی ملکیت ہے اور جس طرح دوسری ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے ہم حکومت کی امداد سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اردو کی حفاظت بھی ہمارا اپنا فرض ہے اور بغیر اس کے کہ ہم حکومت سے شکایت کریں خود ہم کو اس کے بقا و تحفظ کا انتظام کرنا ہے۔ مولانا نیاز فتح پوری نے اردو کے بارے میں اپنے ایک بیان میں مذکورہ بالا الفاظ کہے ہیں۔ آگے چل کر انہوں نے کہا ممکن ہے کہ آپ میں سے کسی کو کانگریس کمیٹی کا یہ فیصلہ کہ ہندوستان کی قومی زبان ہندی ہوگی اور رسم خط ناگری "ناگوار ہوا ہو لیکن میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا میں کامیابی کا راز صرف خود اعتمادی ہے اور یہ اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب تمام دوسرے سہارے ختم ہو جائیں۔

پھر اگر اس وقت تک ہم یا آپ اردو کی ترقی کی طرف سے غافل رہے تو اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ بڑی حد تک حکومت نے اس کی ذمہ داری اپنے سر لے رکھی تھی لیکن اب کہ وہ صورت باقی نہیں رہی ہے (خود ہم میں تحفظ اردو کا احساس پیدا ہوگا۔ اور یہی ہے بنیاد خود اعتمادی کی۔

یقیناً اردو لکھنے پڑھنے والا کوئی فرد (خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو ہندوستان کا باشندہ ہو یا پاکستان کا) اس کو کبھی گوارا نہ ہوگا کہ اردو زبان اور اردو رسم خط فنا ہو جائے اور اس ایک ذریعہ کو ختم کر دیا جائے جو دونوں ملکوں کو ذہنی و ثقافتی بلکہ میں تو کہوں گا کہ سیاسی حیثیت سے بھی کسی نہ کسی وقت ایک مرکز پر لا سکتا ہے۔

مکتبوں کی تعلیم

۱۔ میری رائے میں اس کی ایک تدبیر یہ ہے کہ مکتبوں کی تعلیم کو پھر جاری کیا جائے۔ مکتبوں کی تعلیم کیا؟ یہ بات خاص و عموم روشن ہے کہ نوجوانوں کی سمجھ میں [illegible]

اس لئے مجھے مختصراً اس کا ذکر بھی کر دینا ہے۔

اب ہم کو اس مکتبی تعلیم کے نصاب میں کچھ تبدیلی کرنا پڑے گی یعنی قطع نظر اس سے کہ اس میں زمانہ حال کے رجحانات کو سامنے رکھ کر کتابوں کا انتخاب کرنا ہے۔ ہندی کی تعلیم کو بھی اس میں شامل کرنا چاہئے اس خیال سے بھی کہ وہ ہماری حکومت اور ہمارے غیر مسلم برادران وطن کی زبان ہے اور اس لئے بھی کہ اس وقت تک اگر ہم صرف عربی فارسی اور انگریزی سے اپنی زبان کو وسیع بنانے میں کام لیتے تھے تو اب ہندی اور سنسکرت کی مدد سے اردو لٹریچر کو اور زیادہ ترقی دے سکیں گے۔

اگر ہمارے بچوں کی مکتبی تعلیم اس نہج پر ہوئی تو آگے چل کر جب وہ سرکاری مدارس میں جائیں گے تو وہ اپنے ہندو ساتھیوں کے مقابلہ میں زیادہ قابل تسلیم کئے جائیں گے کیونکہ ہندو طلبہ تو صرف ہندی جاننے والے ہوں گے اور یہ عربی، فارسی اور ہندی تینوں کا ذوق لے کر جائیں گے اور ان کے دماغ یقیناً زیادہ روشن زیادہ وسیع اور ترقی کرنے کے زیادہ اہل ہوں گے اس جگہ مسلمانوں کی یہ حقیقت نہ فراموش کرنا چاہئے کہ ایک زمانہ تھا جب وہ نہ صرف ہندی بلکہ سنسکرت میں بھی تصنیفیں کرتے تھے اور ہندوستان کے تمام قدیم علوم میں استادانہ مہارت پیدا کرتے تھے۔ اگر ہم اس طرح کے مکتب جاری کرنے میں کامیاب ہو گئے تو بالکل ممکن ہے کہ ہم حکومت کی مدد بھی حاصل کر سکیں مگر میں خود اس کے خلاف ہوں کہ حکومت سے کوئی مدد چاہی جائے کیونکہ اس طرح پھر ہم کو دوسروں کا سہارا لینے کا خیال پیدا ہوگا اور ہمارے [illegible] ہو جائیں۔

مملکت
ہفتہ وار

۲ آذر ۱۳۵۹ف

پاکستان خطرہ میں

گذشتہ اشاعت میں جب ہم نے ایک اداریتی نوٹ میں عرض کیا تھا کہ پاکستان کو خود مسلمانوں کی بے کرداری اور بداخلاقی کی وجہ سے ایک خطرہ لاحق ہے ہم نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ مسلمانوں کی تنگ نظری ان کے باہمی بے بنیاد تعصبات ان کا فقدان تدبر و دانائی نظم و ضبط کی عدم موجودگی یہ ایسے عناصر ہیں جو پاکستان کی زندگی کے لئے ایک مستقل خطرہ بنے ہوئے ہیں۔

ہمارے اداریتی نوٹ کو پڑھ کر مسلمانوں نے ہم سے خفگی کا اظہار کیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ خفگی کا اظہار بے محل ہو رہا ہے۔ جب تک مسلمانوں میں خواہ وہ پاکستان میں رہتے ہوں یا ایران و افغانستان میں شام و عراق میں رہتے ہوں یا ترکی اور مصر میں خود غرضی خود داری کا جذبہ اور اپنے مذہب کے سیاسی و معاشی نظام کے مفید اور واجب التعمیل ہونے کا احساس نہ پیدا ہوگا اسی طرح ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے اور ہر جگہ مسلمانوں ہی کی چھری سے مسلمانوں کے گلے کٹتے رہیں گے۔

پاکستان کو عالم وجود میں آکر صرف دو ہی سال گزر رہے ہیں مگر اس دوران میں مسلمانوں کی بے راہ روی کی وجہ سے حکومت پاکستان کو جو درد سر لاحق ہے وہ ان مصیبتوں سے کم نہیں جو دیگر ممالک کی معاندانہ روش سے اس نئی مملکت کو پیش ہیں۔ اگر مسلمان بحیثیت قوم زندہ رہنا چاہتے ہیں تو انھیں اپنے مرض کی صحیح تشخیص کرنے کی کوشش کرنی اور اس کا صحیح علاج بھی ڈھونڈنا چاہئے محض برہم ہونے سے کام نہیں چلے گا۔ سچی بات کڑوی ضرور ہوتی ہے لیکن اس کو سن کر قبول کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔

چند روز قبل ہم نے اخباروں میں یہ خبر پڑھی تھی کہ ڈاکٹر حمید اللہ پاکستانی مجلس دستور ساز کے مشیر مقرر ہوئے ہیں۔ اس سے قبل یہ خبر بھی اخباروں میں شائع ہوئی تھی کہ موتمر عالم اسلامی کے بانی پروفیسر حسن الاعظمی ہیں۔ وہ سلطان کے نام سے ایک تحریک چودھری خلیق الزمان نے کھڑی کی ہے۔ یہ سارے [illegible] اور اسی قبیل کی دیگر خبریں نہ صرف مایوس کن بلکہ تشویش ناک ہیں۔ اگر پاکستان کو ان سے بہتر کارکن نہیں مل سکتے تو پاکستان کے مستقبل کی تاریکی میں کم از کم ہمارے لئے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ایک ظفر اللہ ایک غلام محمد اور ایک محمد علی ان موقع پرستوں سے پاکستان کو کتنا بچا سکتے ہیں۔ لسانی بنیادوں پر تعصبات، صوبہ واری رقابتیں اور مذہبی فرقہ بندی ہمیں ڈر ہے کہ پاکستان کے لئے خطرناک ثابت ہوں گی۔ اس لئے ہم مسلمانان دکن سے دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کے لئے دور سے دعا کریں اور جو جا چکے ہیں وہ واپس آجائیں۔ یہ بات ہم اس لئے بھی کہہ رہے ہیں کہ جو مسلمان حیدرآباد سے پاکستان گئے ہیں ان میں سے ایسے افراد کی تعداد بہت کم ہے جو پاکستان کی محبت میں یا اس کی خدمت کرنے کی نیت سے وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ اکثریت اپنی جان و مال کی حفاظت کی خاطر یا روپیہ کمانے کی خاطر وہاں گئی ہے۔ جو لوگ اس نیت سے وہاں جائیں بھلا وہ پاکستان کی کیا خدمت کر سکتے ہیں جو لوگ پاکستان کی خدمت کا جذبہ اور اہلیت رکھتے ہوں۔ اگر وہ ہندوستان سے پاکستان جائیں تو ایسے لوگوں کا پاکستان جانا پاکستان کے لئے بے شک مفید ہو سکتا ہے کیونکہ جلب منفعت ان کا مقصد نہیں ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ زیادہ تر تقی الدین قسم کے لوگ پاکستان گئے ہیں اور یہ [illegible] پاکستان کے لئے خطرہ ہے۔

دکن کے مسلمانوں کو بالخصوص اور ہندوستان کے مسلمانوں کو بالعموم ہمارا یہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ پاکستان کو اپنی خود غرضانہ ریشہ دوانیوں کا آماجگاہ بنانے کی خاطر ادھر کا رخ نہ کریں۔ یہیں بیٹھ کر وہ پاکستان کی فلاح و ترقی کے لئے دعا کر سکتے ہیں۔ اور نہ وہ پاکستان سے توقع رکھیں کہ پاکستان کسی بھی حیثیت سے ان کی مدد کریگا۔ پاکستان سے امیدیں وابستہ کرنا اپنی اور پاکستان کی مصیبتوں میں اضافہ کرتا ہے۔ حکومت پاکستان اور باشندگان پاکستان کو ہمارا مشورہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی خیر منائیں، اپنے استحکام اور ترقی کے لئے کوشاں ہوں، ہندوستانی و حیدرآبادی مسلمانوں کو بھول جائیں۔ اسی میں ان کی بھلائی ہے۔ افسوس ہے کہ ہم اس سے زیادہ صاف گوئی سے کام نہیں لے سکتے اس لئے ان اشاروں پر اکتفا کرتے ہیں۔ سمجھنے والوں کے لئے ان سطروں میں کافی سے زیادہ مواد موجود ہے۔ اگر یہ اخبار پاکستان پہنچ جائے اور وہاں کے اخبارات ہماری اس رائے کو پاکستان کے عوام تک پہنچا دیں تو ہم ان کے ممنون ہونگے۔

انجمن ترقی اردو کا احیا

قاضی عبد الغفار صاحب معتمد کل ہند انجمن ترقی اردو نے ایک صحافتی بیان میں کہتے ہیں کہ "دہلی میں ۴۷ء کے حادثات کے بعد کچھ عرصہ تک انجمن ترقی اردو کا کام اس لئے رکا رہا کہ انجمن کے دفتر کا بڑا حصہ [illegible] کیا گیا تھا۔ چند ماہ بعد مولوی عبد الحق صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ اب وہ [illegible] پاکستان میں کام کریں گے تو ہندوستان میں انجمن کے کام کو جاری رکھنے کا [illegible] سامنے آیا۔ انجمن کے نظما سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ انجمن کی تحریک ہندوستان میں جاری رکھنا نہایت ضروری ہے [illegible] حکومت ہند نے [illegible] بیس ہزار روپے سال کی امداد منظور فرمائی۔ اب سرمایہ کے دوسرے وسائل بھی پیدا کئے جارہے ہیں۔ انجمن کا شعبہ اشاعت بھی عنقریب [illegible] کتابوں کی اشاعت شروع کر دے گا۔ نیز "ہماری زبان" اور رسالہ "اردو" بہت جلد جاری کیا جائے گا۔ انجمن کے صدر اب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں [illegible] اس چانسلر مسلم یونیورسٹی منتخب ہوئے ہیں۔

نواب صدر یار جنگ (مولانا حبیب الرحمن خان شروانی) ایک بیان میں فرماتے ہیں "مجھے نہایت مسرت ہے کہ دو سال کے تعطل کے بعد گل ہند انجمن ترقی اردو کا علی گڈھ میں احیا ہوا ہے۔ اور انجمن کے نئے معتمد قاضی عبدالغفار صاحب اور ان کے رفقائے کار نے پورے انہماک کے ساتھ کام کا آغاز کر دیا ہے۔ مجھے بہت زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ بنارس شہر اور مشرقی اضلاع یو۔ پی کے مسلم اور غیر مسلم حامیان اردو کی کوشش اور توجہ سے عنقریب ایک شاندار اردو کانفرنس بنارس میں منعقد ہو رہی ہے جس کی صدارت میرے عزیز دوست ڈاکٹر ذاکر حسین خاں وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی نے قبول فرمائی ہے میں اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہوں۔

راشٹریہ سنگھ اور کانگریس

راشٹریہ سیوک سنگھ سے پابندی ہٹنے کے ساتھ اس کے سرسچالک گرو گول والکر نے ہندوؤں کی عسکری تنظیم بڑی تیزی سے شروع کر دی ہے اور ملک کے مختلف حصص میں روایت کے خلاف تیز رفتاری سے دورہ کر رہے ہیں۔

انھوں نے متعدد تقریروں اور پریس کانفرنسوں میں اپنے مقاصد علی الاعلیٰ اس نوعیت اور حیثیت سے بیان کئے ہیں کہ اب کوئی بات پردہ خفا میں نہیں رہ گئی۔ صرف سیاست سے بے تعلقی کا رسمی اعلان تو وہ ہر موقع پر ضرور کر دیتے ہیں لیکن ساری سرگرمیاں ان کی عین سیاسی اصول پر جاری ہیں۔ انھوں نے ابھی حال میں یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر ضرورت ہوئی تو وہ ملکی نظم و نسق کا بار سنبھالنے کے لئے تیار ہیں۔

گرو جی کی ان سرگرمیوں کا سارا رخ کانگریس کے معتقدات و نظریات کی بیخ کنی ہے۔ لکھنؤ میں انھوں نے سیاسی و معاشی مسائل کو کلچر سے پیوست کر کے جو اپنے سیاسی رجحانات ظاہر کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بالراست کانگریس کے گریبان میں زور آزمائی کے لئے ہاتھ ڈال چکے ہیں اس سلسلے میں انھوں نے صنعتوں کو قومی ملکیت بنانے سے اختلاف کیا خاتمہ زمینداری کو بے نتیجہ بتایا اور زیر تدوین آئین کو ناقص ظاہر کرتے ہوئے ہندو مزاج کے خلاف بتایا جمہوریت کے قیام کو بھی غلط کہا اور حق رائے دہی بالغان کو نامناسب قرار دیا۔ اور اشارہ کیا کہ ملک میں دستوری حکومت کے بجائے ایک ڈکٹیٹر شپ قائم ہونی چاہیئے۔

ایک بڑی بنیادی اور اختلافی بات انھوں نے یہ کہی کہ ہندوستانی قومیت میں ہندوؤں کے سوا کسی کے لئے گنجائش نہیں۔ یعنی کانگریس کے نیشنلزم کے نظریہ کی قطعی رد کر دی۔

آپ حیران ہوں گے کہ ایک سیاست سے غیر متعلق شخص کا کلچر کتنی وسعت رکھتا ہے کہ ملک کے سارے مسائل اور نظریے اس میں سما سکتے ہیں خدا جانے کہ اگر وہ سیاسی لیڈر ہونے کا دعویٰ کر دیں تو پھر ان کے کلچر کی وسعت اپنے احاطے سے زمین تو زمین آسمان کو بھی چھوڑے گی یا نہیں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ابھی پنڈت نہرو نے کانپور میں تقریر کے دوران راشٹریہ سیوک سے متعلق دہلی کے قتل و غارت کی شدید مذمت کی تھی اور ایک حد تک مسلمانوں کی بےقصوری کا پہلو عیاں کیا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے گرو جی نے لکھنؤ میں ارشاد فرمایا کہ دہلی میں فرقہ وارانہ مسائل نہیں بلکہ سیاسی مسائل تھے جن میں سنگھ نے تقسیم کے حامیوں کے خلاف عوام کا ساتھ دیا تھا یعنی دہلی میں مسلمانوں کا قتل و غارت جس پر انسانیت ماتم کناں ہے وہ ایک سیاسی مسئلہ تھا۔ اور اس لئے تھا کہ مسلمان تقسیم کے عناصر تھے اور ان کے خلاف عوام کے ساتھ دینا سنگھ کا فرض تھا۔ اس ڈھٹائی اور بیباکی کے ساتھ قبال جرم یہ گرو جی ہی کا منصب ہے اور اس پر تحمل حکومت کا حصہ۔

گرو گول والکر اس جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں مگر کانگریسی وزیر اعظم پنڈت نہرو فرماتے ہیں کہ ہندو کلچر اور ہندو قومیت کی ساری باتیں مہمل ہیں۔ اگر ہم آزاد قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں تنگ نظری اور علیحدگی پسندی کی اسپرٹ کو ختم کر دینا چاہیئے۔

معلوم نہیں کہ گرو گول والکر جن ہندوؤں کے دماغ کو مسموم بنا کر اپنے دامن میں سمیٹے چلے جا رہے ہیں۔ ان پر پنڈت نہرو کی اس تنبیہ کا کیا اثر پڑا اور خود اپنے کو کانگریسی شمار کرانے والے عوام و خواص کا اس تنبیہ پر کتنا یقین ہے اور گرو جی کی سرگرمیوں کو کانگریسیوں میں سے کتنے ہیں جو برا سمجھتے ہیں۔ پنڈت نہرو کی کانپور والی تقریر کے جواب میں گرو جی لکھنؤ مقام پر اپنے خیالات کیم ستمبر کو ظاہر فرمائے۔ اور گرو جی کے کلچرل نظریہ کی رو پنڈت جی نے ۲ ستمبر کو الہ آباد میں کی جو لے مزید فرمایا کہ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی زبردست اکثریت ہے۔ لیکن ہم اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ ہمارے یہاں اقلیتیں بھی ہیں۔ مثلاً مسلمان عیسائی، پارسی، اور جین۔ اگر ہندوستان کو ہندو راشٹر مانا جائے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اقلیتوں کی قومیت سو فی صدی ہندوستانی نہیں ہے۔ ہم ہندوستان کے غیر مذہبی ریاست ہونے کا اعلان کر چکے ہیں اور ہمیں اس حد تک اس کا غیر مذہبی کردار قائم رکھنا چاہیئے۔

پنڈت جی کا کہنا سر آنکھوں پر اور بالکل درست۔ لیکن گرو جی اسی کے خلاف سرگرم عمل ہیں اور اس میں ذرا سا بھی مبالغہ نہیں کہ وہ سنگھ پر سے پابندی ہٹنے کے بعد کانگریس کے مقابلے میں خم ٹھونک کر آ گئے ہیں۔ بالکل ایک سیاسی جماعت کے فعال لیڈر کی حیثیت سے۔ پھر بھی اگر کانگریس مغالطے میں ہے تو اس کی نادانی۔

(ہماری آواز کانپور)

مصری خواتین کی سرگرمیاں

ملک کے تعمیری پروگرام میں مصری خواتین کا کردار بہت بلند ہے۔ خواہ کوئی شخص اس کو اچھی نظر سے دیکھے یا برا سمجھے لیکن حقیقت یہ کہ مصر سے پردے کا رواج قطعی طور پر ختم ہو چکا ہے۔ قاہرہ اور اسکندریہ کی یونیورسٹیوں میں لڑکیوں لڑکے جھنگے کے جھنگے دیکھنے میں آتے ہیں۔ مرحوم شہزادی پاشا کی بیگم ہدی خانم مصر کی تحریک خواتین کی رہنما ہیں لیکن یورپ کے کچھ ممالک کی طرح مصری خواتین میں مردوں کے خلاف کوئی معاندانہ جذبہ نہیں پایا جاتا۔ مصر کی سب سے زیادہ معزز خاتون مشہور مغنیہ ام کلثوم ہے جس کو ہز مجسٹی شاہ فاروق نے مصر کا سب سے اعلیٰ اور اعزازی خطاب "نشان نیل" عطا کیا ہے۔ اور علیا حضرت ملکہ نازلی علیا حضرت ملکہ فریدہ، مادام ہدیٰ خانم شہزادی پاشا اور نحاس پاشا کے سوا ام کلثوم واحد خاتون ہے جس نے یہ خطاب پایا۔ اعلیٰ تعلیم کی فضا میں مصری خواتین ہر طرح مصری مردوں کے دوش بدوش تربیت حاصل کرتی ہیں۔ اور آزادانہ طور پر ڈاکٹری اور وکالت اور معلمی کی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ کچھ وزارتوں میں سرکاری ملازمتوں کے دروازے عورتوں کے لئے کھلے ہیں۔ مصری تربیت یافتہ لڑکیاں صنعت تجارت اور دیگر فنون کے میدان میں کافی سے زیادہ اہمیت حاصل کر رہی ہیں اور زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کا عزم رکھتی ہیں۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید:-

ایک ہفتہ وار معاصر تحریر کرتا ہے
یونس سلیم صاحب۔ اس بلند حوصلگی
اور جرأت کے اظہار میں پہل آپ
ہی نے فرمائی ہے۔ اگر آپ مجلس
اتحاد المسلمین حلقہ (ب) کی مجلس
عاملہ کی رکنیت سے اپنا دامن
جھٹک کر فرقہ واری سیاست سے
دست کشی کا اعلان نہ فرماتے
تو ان نظربند مجلسی قائدین سے
بلند حوصلگی کی توقع ہی فضول تھی
کہ آپ کے کارنامے نمایاں
کی قدر کرنے یا کرتے ہم تو برابر
قدر کرتے ہیں۔

مدراس کی ایک اطلاع ہے کہ:-
ڈاکٹر لطیف نے جو فی الوقت مدراس
میں مقیم ہیں مسلمانوں کو مشورہ
دیا کہ وہ مسلم لیگ کو تحلیل کر کے
کانگریس میں شریک ہو جائیں۔
حیدرآباد کے مسلمانوں کو ڈاکٹر
لطیف نے اسٹیٹ کانگریس سے دور رہنے کا مشورہ دیا
تھا بہرحال اختلاف رائے کا احترام کرتے ہوئے ہم
اس بات پر اظہار مسرت کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ صوبہ
مدراس میں ایک مفکر کی کمی تھی جو ڈاکٹر صاحب کی موجودگی
سے پوری ہو گئی۔

ایک اخباری اطلاع ہے کہ:-
۲۳ ستمبر کو حیدرآباد اور سکندرآباد
کی تمام بیٹری اور برقی سامان
کی دوکانوں کے علاوہ اور دیگر
کی دوکانیں بھی بند کر دی گئی
تھیں تاکہ قیمتوں کی سطح بڑھنے
نہ پائے۔

سکندرآباد کے ایک معاصر کا
خیال ہے کہ پچھلے دروازے کھلے ہوئے تھے۔

امریکہ کے خفیہ پولیس کے ایک اعلیٰ عہدہ دار نے انکشاف
کیا کہ:-
روس میں حال ہی میں جوہری
بم کے دھماکہ کی جو اطلاعیں
حاصل کی گئیں وہ امریکہ کے خفیہ
پولیس کا ایک شاندار کارنامہ ہے
اور سوویٹ روس نے اپنی ذاتی
جدوجہد سے جوہری سازی کی جو تحقیق کی ہے وہ شاید
کوئی شاندار کارنامہ نہیں۔

ایک مسلمان کے مکان پر دھاوا۔
ایک سو سے زائد مسلمانوں کے
لئے بریانی پکائی گئی۔
(ڈیلی نیوز کی سرخیاں)
معاصر موصوف نے بالکل غیر
فرقہ واری اسپرٹ میں یہ سرخیاں لگائی ہیں۔

مسٹر چرچل نے ایک تقریر میں فرمایا کہ:-
برطانیہ نے ہندوستان، مصر
اور دیگر ممالک کی حفاظت کے
لئے جو جنگی مصارف برداشت
کئے ہیں وہ ان ملکوں کے اسٹرلنگ
فاضلات ضبط کر کے وصول
کر لئے جائیں۔
اگر مسٹر چرچل کا بس چلے تو وہ
مصر اور ہندوستان ہی کو ضبط کر لیں۔

ماڈرن نیوز نے مجلس کے ایک سابق رکن کا بیان شائع کیا ہے
جس میں کہا گیا ہے کہ:-
مولوی ابوالحسن سید علی صاحب
پولیس کارروائی سے قبل پیشتر
ستمبر کو ہمدردی زدہ کو رضاکاروں
میں شرکت کی دعوت دی تھی اور
۱۸ ستمبر کے بعد اس تحریک کو تباہ کن
قرار دیا۔
ماڈرن نیوز کو چاہیئے کہ ایسے
بیانات کی اشاعت سے احتراز کرے۔ اگر مولوی صاحب
خفا ہو گئے تو وہ ماڈرن نیوز کی خبریں پڑھنا چھوڑ دیں گے
کیا عجب کہ اخبار بینی ہی ترک کر دیں۔

کل ہند ہندو مہا سبھا کے معتمد عمومی نے ایک بیان میں
اعلان کیا:-
ہم بھارت ورش کی مشترکہ ثقافت
پر ایک غیر مذہبی ہندو مملکت
قائم کرنا چاہتے ہیں۔
اگر یہ مملکت ہندو ہوگی تو غیر
مذہبی نہیں ہو سکتی اور اگر غیر مذہبی ہوگی تو ہندو نہیں
ہو سکتی۔
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

امریکہ کسی کے خلاف جنگ نہیں چاہتا۔
(اخباری سرخی)
کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ سوویٹ
روس بھی جوہری بم بنا رہا ہے؟

ملا عبدالباسط صاحب ایک بیان میں فرماتے ہیں:-
میں محکمہ بازآبادکاری اور کانگریس
سے متوقع ہوں کہ وہ ان غریب
اور بے سہارا لوگوں کی امداد
کے لئے اپنی مساعی تیز کر دیں گے
جو خالص انسانیت کی ضرورت
ہے۔
انتخابی جدوجہد سے فرصت
ملے تو بازآبادکاری پر توجہ کی جا سکتی ہے۔ لہذا پہلے
بے سہارا لوگوں کی اعانت بعد۔

مس شینی کو جنہیں ۱۹۴۹ء میں دنیائی ملکہ
حسن کا خطاب دیا گیا تھا اور جو آج کل تاج ہوٹل بمبئی
میں مقیم ہیں مس شاہینہ نے جو پروڈیوسرز و ڈسٹری بیوٹرز (لاہور)
کی فلم "بجلی" کی ہیروئن ہیں چیلنج دیا ہے۔ (ایک معاملہ
حسن اور اس پہ حسن ظن)

برطانیہ کی صنعتی پیداوار میں اضافہ

(جان کنگسلے کے قلم سے)

جب چانسلر آف دی اکسچیکر مسٹر سٹافورڈ کرپس نے برطانیہ کی معاشی بحالی کی نسبت یہ کہا کہ ہماری پیداوار ۱۹۳۸ء کے مقابلہ میں ایک چوتھائی اور ہماری پیداواری صلاحیت میں دس فی صد اضافہ ہوا ہے" تو ملک کے اندر اور باہر ایسے شبہ کرنے والے تھے جنہوں نے یہ اعلان کیا کہ یہ اعداد حقائق کے مطابق نہیں ہیں۔

یہاں تک کہ جب اقوام متحدہ جیسی آزاد تنظیم نے یورپ سے متعلق اپنے معاشی بلیٹن میں برطانیہ کی صنعتی پیداوار کو ۱۹۳۸ء کے مقابلہ میں ۳۱ فی صد زائد اور فی شخص پیداوار ماقبل جنگ کے مقابلہ میں (۸) فی صد زائد بتلایا ہے جو چانسلر کے پیشکردہ اعداد کے تقریباً مماثل ہیں لیکن تب بھی بعض شبہ کرنے والوں کو اس پر یقین نہیں آیا۔

اس قسم کا شک و شبہ ایک خطرناک درجہ تک پہنچایا جا سکتا ہے جہاں اس کا یہ اثر پیدا ہو سکتا ہے کہ برطانیہ کی صنعتی پیداوار گھٹتی جا رہی ہے اصل واقعات ـــ اور ایسے متعدد واقعات آسانی کے ساتھ معلوم ہو سکتے ہیں ـــ ایک ایسی صورت حال کا پتہ چلتا ہے جو کلیتاً مذکورہ بالا بیان کے خلاف ہے، اور جو صحت مند اور مسلسل ترقی کی علامت ہے۔

صنعتی پیداوار کے سرکاری اعداد و اشاریہ کے ذریعہ قابل قدر تصویر کھینچی گئی ہے۔ اس میں ۱۹۴۶ء کو (۱۰۰) فرض کر لیا گیا ہے اور اس سے ماقبل جنگ کا ایک مسلسل قائم ہے۔ گذشتہ جون میں یہ اشاریہ (۱۳۳) رہا جس کے معنے یہ ہیں کہ ۱۹۴۸ء کے مقابلہ میں (۲۰) فیصد اضافہ ہوا ہے۔

مختلف برطانوی صنعتوں کے تازہ ترین اعداد سے صنعتی پیداوار میں ایک عام ترقی کے دعویٰ کی حمایت ہوتی ہے بلکہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کئی صنعتوں میں ترقی کی رفتار نہایت تیز رہی ہے۔

فولاد کی صنعتی پیداوار میں قبل جنگ کا اعلیٰ سال ۱۹۳۷ء رہا ہے۔ آج یہ پیداوار اس نمایاں سال سے ایک چوتھائی زیادہ ہے اور اس سال کے پہلے نصف حصہ کی پیداوار کا سالانہ اوسط (۱) کروڑ (۶۰) لاکھ ٹن ہے اس سال کے پہلے نصف حصہ میں پتھر کے کوئلے کی تیاری ۱۹۳۸ء کے مقابلہ میں تقریباً ایک تہائی زیادہ رہی ہے۔ اور برقی کی پیداوار میں تو دوگنا اضافہ ہوا ہے۔

برخلاف اس کے کوئلے کی پیداوار جہاں کی تہاں رہی ہے۔ اس میں ۱۹۳۸ء کے مقابلہ میں (۴) فی صد کمی ہوئی ہے۔ اس کی وجہ انسانی قوت کی کمی ہے۔ جس کے نتیجہ میں مزدوروں میں ۱/۴ فیصد کمی ہوئی ہے۔ برطانوی کان کن ہی تھے جو سب سے پہلے مغربی یورپ میں پیداوار کی سطح کو ماقبل جنگ کی سطح کو پہنچائے۔

الومنیم کی شرح پیداوار اب ماقبل جنگ کے مقابلہ میں ڈیڑھ گنا زیادہ ہے اور کیمیاوی صنعت میں (۸۰) فی صد اور [illegible] کی پیداوار میں تین گونا اضافہ ہوا ہے۔

فولادی رسدات پر تحدید کے باوجود بھی صنعت موٹر سازی میں تیزی کے ساتھ ترقی ہوئی ہے ۱۹۳۸ء کے مقابلہ میں اس سال کے پہلے ۶ ماہ کے دوران میں تجارتی گاڑیوں کی صورت میں دوگنا اضافہ اور پسنجر موٹروں کی صورت میں (۱۸) فی صد اضافہ ہوا ہے اس سے بھی نمایاں ترقی زرعی ٹریکٹروں کی تیاری میں بارہ گنا اضافہ ہوا ہے۔

زمانہ جنگ میں مزدوروں کی قلت سے جس کی بھرپائی نہیں ہوئی ہے پارچہ کی صنعت کے بعض حصوں کی بحالی پوری نہیں ہو سکی مثال کے طور پر سوت کی تیاری قبل جنگ کے مقابلہ میں ابھی ایک تہائی ہے۔ اس کے برخلاف ۱۹۴۹ء کے پہلے نصف حصہ میں مصنوعی ریشم کی تیاری ۱۹۳۸ء کے مقابلہ میں دوگنا رہی ہے۔

بعض دیگر صنعتوں میں بھی نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر ۱۹۳۸ء کے مقابلہ میں برقی تار اور کیبل کی تیاری میں (۳) سے (۵) گنا، [illegible] بجلی کی تیاری میں (۵) سے (۶) گنا اور ٹائپ رائٹرس کی تیاری میں تقریباً (۳) گونا اضافہ ہوا ہے۔

عظیم کوششوں کے بغیر یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا تھا اور اس سلسلہ میں بھی اس خیال کو دور کرنا چاہئے کہ برطانیہ فی ہفتہ (۴۰) گھنٹے کام کرتا ہے۔ ایک سرکاری تجربہ کے موجب اکثر صنعتوں میں اوسطاً مرد فی ہفتہ (۴۴) سے (۴۹) گھنٹے اور عورتیں اور لڑکیاں (۴۰) اور (۴۴) گھنٹے کام کرتی ہیں یہ صرف حقیقی کام کے اوقات ہیں اس میں کھانا پینے کے وقفہ وغیرہ شامل نہیں ہیں۔

برطانوی صنعتی سرگرمی کی اعلیٰ شرح کا زندہ ثبوت برطانوی برآمدات سے ملتا ہے جو اس سال کے پہلے نصف حصہ میں ۱۹۳۸ء کے مقابلہ میں مقداروں کے اعتبار سے (۵۰) فی صد زائد رہی ہیں، رقم کے اعتبار سے ۱۹۴۹ء کے دوسرے سہ ماہی میں فی ماہ تقریباً (۱۵) کروڑ پونڈ کے برآمدات کیے گئے ان میں سے ۶ کروڑ پونڈ کے برآمدات اسٹرلنگ علاقہ کے ممالک کو ایک کروڑ نوے لاکھ پونڈ کے برآمدات برطانوی نوآبادیات کو ایک کروڑ نوے لاکھ پونڈ کے برآمدات مغربی کرہ ارض کو تین کروڑ (۶۰) لاکھ پونڈ کے برآمدات مارشل امداد کے ممالک کو اور باقی برآمدات دنیا کے مابقی ممالک کو کئے گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ مارشل امداد سے مغربی یورپی صنعتی پیداوار میں ـــ جس میں برطانیہ کا حصہ مجموعی قیمت کا تقریباً نصف ہے ـــ خاص کر گذشتہ سال کے دوران میں عظیم ترقی ہوئی ہے پھر بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ ممالک متحدہ امریکہ اور کینیڈا میں گذشتہ سال کے ختم تک پیداوار میں اس سے بھی زیادہ ترقی ہوئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ غیر ڈالر اشیاء کے لئے ڈالر ممالک کے طلب کے مقابلہ میں ڈالر اشیاء کے لئے غیر ڈالر ممالک اشیاء کا طلب بہت زیادہ ہے اور اس طرح ڈالر کی ایک عالمی قلت ہے۔

معین نواز جنگ سے پانچ لاکھ اسٹرلنگ کی وصولی کا مقدمہ

لندن ۱۳ اکتوبر۔ لندن کے [illegible]

حیدرآباد کے سابق وزیر خارجہ و وزیر مالیہ نواب معین نواز جنگ کے خلاف نظام حیدرآباد کی جانب سے تقریباً پانچ لاکھ اسٹرلنگ کی وصولی کے لئے مقدمہ دائر کرنے کی اجازت حاصل کر لی ہے۔ معین نواز جنگ اس وقت لیک سکس میں ہیں انھوں نے گذشتہ سال متحدہ قوموں کی جنرل اسمبلی کے اجلاس پیرس میں ہندوستان کے خلاف حیدرآباد کا مقدمہ پیش کرنے کے لئے حیدرآبادی وفد کی قیادت کی۔

حیدرآباد کے معتمد خارجہ مسٹر ظہیر احمد بھی اس وفد میں ان کے ساتھ تھے۔ نظام نے بعد میں اپنی شکایت واپس لے لی۔ اور اس وفد سے نمائندگی کا حق لے لیا۔

اس وقت نظام نے معین نواز جنگ سے دس لاکھ اسٹرلنگ سے زائد کی ایک رقم کی وصولی کے لئے قانونی کارروائی کرنے کی اجازت دے دی تھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ رقم معین نواز جنگ نے حیدرآباد سٹیٹ بنک سے ایک اور کھاتہ میں منتقل کر دی تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ پانچ لاکھ اسٹرلنگ کی وصولی کا مقدمہ دس لاکھ اسٹرلنگ کی اس رقم سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ بالکلیہ طور پر ایک دوسری رقم ہے۔ پ ۔ ا

اس مقدمہ میں معین نواز جنگ کے علاوہ [illegible] مسٹر ظہیر احمد [illegible] گذشتہ جنوری [illegible] خدمات انجام دے رہے ہیں [illegible] معین نواز جنگ [illegible] اس مقدمہ [illegible]

ہماری زندگی میں سائنس کی اہمیت

عصر حاضر کے رجحانات

ہماری دنیا آج سائنس کی دنیا ہے جس میں کہ ہر روز نئے سے نئے تغیرات اور نت نئی ایجادات ہوتی رہتی ہیں۔ آج ریل ہے تو کل موٹر اور پرسوں ہوائی جہاز۔ آئے دن مشینوں کی فہرست میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انسان کی کوشش ہمیشہ سے ہر معاملے میں زیادہ سے زیادہ سہولت اور آرام کرنے کی رہی ہے۔ آج انسان کی زندگی میں سائنس کا اتنا دخل ہو گیا ہے کہ اسے نکال دیں تو باقی کچھ بھی نہیں بچے۔ سائنس میں بہت ترقی ہو چکی ہے اور اس سے کہیں زیادہ کی ابھی گنجائش ہے۔ ہم صرف چند ایسی چیزوں کو لیتے ہیں جن کا استعمال آج زندگی میں آج ضروری سا ہو گیا ہے۔ کون شخص ہے جس کو اس زمانہ میں سفر کی ضرورت نہیں پڑتی اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ سفر جلدی اور حفاظت سے طے ہو۔ اس لئے بیل گاڑیوں اور بگھیوں کی بجائے موٹریں ایجاد ہوئیں ہوائی جہاز بنے۔ لیکن کیا یہ ایجادات کا سلسلہ ختم ہو گیا؟ ریل کی رفتار کا انحصار ہے لائن، گیجوں کے وزن، انجن کی قوت اور حفاظت کے آلات پر۔ تجربے سے پتہ چلا ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں ترقی کی گنجائش ہے۔ ضرورت ہے کہ پٹڑی لائنیں عمدہ بنائی جائیں، بوگیاں ہلکی ہوں، انجن کی قوت بڑھائی جائے اور زیادہ سے زیادہ حفاظتی تدابیر اختیار کی جائیں۔ عام طور پر انجنوں میں کوئلے کا بے جا استعمال ہوتا ہے۔ بہت کم کوئلہ انجن چلانے کے کام آتا ہے۔ باقی ضائع جاتا ہے۔ کوشش ہو رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ کوئلہ کام میں آئے۔ موٹروں کے لئے کشادہ سڑکیں، سڑکوں پر کم موڑ اور جو ہوں وہاں حفاظتی آلات کی موجودگی اور رات کے وقت روشنی کا بہتر انتظام ہونا ضروری ہے۔ ہوائی سفر کے لئے ایسے جہاز ہوں جو ہر جگہ اتر سکتے ہوں اور ہر جگہ سے اڑ سکتے ہوں، مضبوط ہوں اور کم خرچ۔ اس ضمن میں ہیلی کوپٹر "Helicopter" کا ذکر ضروری ہے۔ یہ ایک ایسا جہاز ہے جو زمین سے سیدھا اٹھ سکتا ہے کم رفتار ہے اور کم پٹرول خرچ ہوتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں اس سے ڈاک تقسیم کی جاتی ہے۔ پچھلے دنوں اطلاع آئی تھی کہ کراچی والے ہیلی کاپٹر چلانے کا انتظام کر رہے ہیں۔ پتہ نہیں اس کا کیا ہوا۔ اس کے علاوہ ہوائی جہازوں میں ایسے آلات زیادہ ہو گئے ہیں جن سے حادثات کے امکانات کم ہو جائیں۔ اسی طرح اور بھی سفر میں آسانیاں مہیا ہو سکتی ہیں۔

خوراک کا مسئلہ دنیا کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے خوراک کی پیداوار میں اضافہ ہونا ضروری ہے۔ وہ ملک ہی کیا جو اپنے لئے خوراک کا بندوبست نہ کر سکے۔ پاکستان میں بہت سا رقبہ زیر کاشت ہے اور ابھی کافی خالی ہے اور ہر جگہ پیداوار کم ہوتی ہے اس لئے کہ کاشت کے طریقے عمدہ نہیں ہیں۔ لکڑی کے ہل کی بجائے مختلف اقسام کے ہلوں اور ٹریکٹروں سے فصلیں کاٹنے، چھڑنے اور بونے میں مدد لینی چاہیے۔ بہت سی ایسی مشینیں تیار ہو چکی ہیں ہم اپنے ملک میں ان کے استعمال سے اپنی پیداوار کئی گنا بڑھا سکتے ہیں۔ ہماری پیداوار کا بہت بڑا حصہ اچھی طرح اناج جمع نہ کرنے کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔ خوراک کا اچھی طرح سے ذخیرہ رکھنے کے لئے نئے اور عمدہ قسم کے گودام ہونے چاہئیں۔ اس سلسلے میں دیہات میں لوگوں کو ضروری اطلاعات بہم پہنچانا بھی نہایت اہم ہے۔ اس کے علاوہ اجتماعی طور پر کاشت کے طریقے کو رائج کرنا چاہیے۔

بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں آبادی بہت گنجان ہے اور زمین سے پیدا شدہ خوراک کسی حالات میں کافی نہیں ہو سکتی انہوں نے کوشش کی کہ کیمیائی طور پر خوراک تیار کی جائے۔ جرمنی ان ممالک میں سب سے آگے تھا۔ یہ خبریں کہ جرمن فوجی کھانے کی جگہ گولیاں استعمال کرتے ہیں بے بنیاد تھیں۔ یہ ضرور ہے کہ انسانی مشین صرف اصل خوراک سے ہی ٹھیک چلتی ہے گولیوں میں وہ بات کہاں۔

عمارتیں بنانے اور سجانے کے لئے بالعموم لکڑی، پتھر اور دھاتوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن دنیا میں جنگلات کم ہوتے جا رہے ہیں۔ اور پتھروں اور دھاتوں کے دوسرے مصرف بھی ہیں۔ ہم انہیں اب اس قدر افراط سے مہیا نہیں کر سکتے جیسے پہلے کر لیتے تھے ان کی جگہ اب اور اشیاء تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس معاملہ میں "پلاسٹک" کسی حد تک کامیاب رہا ہے۔ ستار کے سامان سے لے کر عمارت کے دروازوں اور دیگر اشیاء تک اس سے تیار کی جا چکی ہیں ہمارے ملک میں "پلاسٹک" البتہ اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا ہے جب کہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں بہت کافی ترقی ہو جائے۔ مکانات کی بنیادیں پہلے مٹی اور پتھروں پر رکھی جاتی تھیں اب ان کی جگہ کنکریٹ استعمال ہوتا ہے۔ اگر کوشش کی جائے تو اس کام کے لئے اس سے بھی بہتر اور چیزیں بھی دریافت ہو سکتی ہیں۔ پاکستان جیسے ممالک میں گرمیوں میں مکانات کو ٹھنڈا اور سردیوں میں گرم رکھنا ضروری ہے۔ مکانات کے بنانے کے طرز کو تعمیر اور روشندانوں وغیرہ کو پیش نظر رکھ کر کسی حد تک یہ دقت دور ہو سکتی ہے۔ مکانات میں ہوا کے آنے اور جانے کا انتظام ہونا بجلی اور پنکھے کے مہیا ہونے سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ ترقی یافتہ ملک میں ایئر کنڈیشنڈ مکانات (Sulphonamide) تعمیر ہو چکے ہیں۔ مگر وہ بہت مہنگے ہیں۔ اور صرف اونچے طبقے کے لوگ ان میں رہ سکتے ہیں لیکن یہ طریقہ اس قدر سہل اور سستا ہے کہ ہر ملک میں ہر طبقے کے افراد ایسے مکانات میں رہ سکتے ہیں۔ روشنی کے لئے پہلے مٹی کا دیا تھا پھر لالٹین اور بجلی آگئی۔ لیکن بجلی سے آنکھوں پر زور پڑتا ہے۔ لیکن وہ دن دور نہیں جب ایسی روشنی کا انتظام ہو سکے گا جو آنکھوں کے لئے مطلق نقصان دہ نہ ہوگی، مناسب جگہ پر ہوگی اور آرام دہ ہوگی۔

آپ کسی دن تفریح کو نکلیں یا پکنک یا نمائش اور جلسے کا انتظام کریں اور درمیان میں بارش یا آندھی آ جائے تو کس قدر کوفت ہوتی ہے۔ موسم کا ہمارے پروگرام پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ لیکن اگر ہم چاہیں تو موسم کے متعلق پیشین گوئی کے چارٹ سے ہم آنے والی تبدیلی کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں۔ درجہ حرارت، بارش اور طوفان کی آمد سے پہلے مطلع ہونا اب ناممکن نہیں رہا۔ کسان، سیاح، ہوا باز اور ملاح کے لئے یہ علم بے حد مفید ہے۔ ابھی تو اس سائنس کی ابتدا ہے اور ہمارے ملک میں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں ہوا۔

بیماریوں کے علاج میں آئے دن نئی نئی ایجادیں ہوتی رہتی ہیں۔ سلفونامائیڈ ([illegible]) — compounds پنسلین (penicillin) اور ایسی ہی اور دوائیں ہیں جو ابھی دنوں تیار ہوئی ہیں بہت سی ایسی بیماریوں کا علاج اب ممکن ہو گیا ہے جو پہلے لاعلاج سمجھی جاتی تھیں۔ نیز سرطان، فالج اور دق وغیرہ کے علاج میں مزید ترقیاں اور ریسرچ عمل میں ہو رہی ہیں اور ملیریا کی بیماری کو دنیا سے ختم کر دینے کے اقدامات بھی کئے جا رہے ہیں۔

آج آپ جب چاہتے ہیں ٹیلیفون کے ذریعے اپنے دوستوں اور عزیزوں سے ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے بات چیت کر سکتے ہیں۔ ریڈیو کے ذریعے تمام دنیا کی خبریں اور معلومات سن سکتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر ٹیلی ویژن ہے جس سے نہ صرف آپ دوسروں کی بات سن سکتے ہیں بلکہ ہزاروں میل

(باقی صفحہ ۷)

اردو کے تحفظ کی ذمہ داری

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

دوسری تدبیر یہ ہو کہ ہر جگہ جہاں سرکاری مدارس قائم قائم ہیں۔ مقامی طور پر انجمنیں قائم کر کے یہ تحقیق کرنا چاہئے کہ ان کے کتنے طلباء اردو پڑھنا چاہتے ہیں۔ اور اگر ان کی تعداد اچھی ملک بھی ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ کم از کم ہر ایک میں کون اسکول ایسا ہو سکتا ہے جہاں اردو پڑھنے والوں کی تعداد اتنی ہو) تو حکومت تعلیم کو متوجہ کر کے وہاں اردو کا استاد مقرر کرانا چاہئے۔

اس تحریک کو کل ہند اصول پر چلانا چاہئے جس پر میں غور کر رہا ہوں اور باہر ملک سے استمزاج کرنے کے بعد اس اسکیم سے پیش کروں گا۔

تیسری تدابیر وہ بھی ہے جو مشکل بھی ہے اور آسان بھی مشکل اس خیال سے کہ اس کا تعلق تو زیادہ تر ہمارے احساس ہی سے ہے اور بد قسمتی سے مسلمانوں کا یہ احساس بہت کمزور ہے بہت کمزور ہے اور آسان اس لئے کہ علمی حیثیت سے دوسری کسی قسم کا دباؤ نہیں ذاتی آپ یہ غور کیجئے کہ باوجود تمام اقتصادی دشواریوں کے بھی آپ اتنی رقم ایسے مشاغل پر صرف کرتے ہیں جن کا تعلق صرف دلچسپی و تفریح سے ہے۔ اور جن سے آپ کو کوئی مادی یا ذہنی فائدہ نہیں پہنچتا مثلاً آپ سینما جاتے ہوں گے ہوٹلوں اور قہوہ خانوں میں جاتے ہوں گے اور اسی طرح کے دوسرے غیر ضروری مشاغل میں آپ کچھ نہ کچھ ضرور صرف کرتے ہوں گے۔ پھر اگر آپ زبان کے مسئلہ کو ضروریات زندگی میں شامل نہ کریں۔ حالانکہ میرے نزدیک اداتنی ہی ضروری ہے۔ جتنی حیثیت و معاشرت کے دوسرے مسائل اور اسے صرف تفریحی چیز ہی قرار دیں تو کیا آپ اپنے ساتھ دن کے مصارف تفریح میں سے صرف ایک دن کے مصارف زبان کی خدمت کے لئے وقف نہیں کر سکتے یقیناً آپ کر سکتے ہیں اور اگر آپ کر دیں تو پھر

چوتھی صورت یہ ہے کہ اس طرح جو رقم آپ خدمت زبان کے لئے علیحدہ کریں اور اس کام میں صرف فرمائیں یعنی اس سے اردو کی کتابیں اردو کے رسائل کے اخبارات خود خریدیئے اور دوسروں کو آمادہ کیجئے۔

میں دیکھتا ہوں کہ بعض حضرات اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ اگر انہوں نے اردو کی خدمت کا لفظ زبان سے نکالا تو حکومت ان کی دشمن ہو جائے گی۔

یہ خیال بالکل غلط ہے حکومت کے کسی بیان یا عمل سے یہ ثابت نہیں ہوتی کہ وہ ہندی کو قومی زبان تسلیم کرنے کے بعد دوسری تمام زبانوں کی دشمن ہو گئی ہے۔

میرا خیال ہے کہ دراصل خود ہمارے ذہن کی شکست خوردگی ہے ورنہ حکومت کو کیا غرض ہے کہ وہ اس مسئلہ میں تعرض کرے یا اردو کی خدمت کرنے والوں کو اپنا دشمن قرار دے۔

مجھے معلوم کر کے بہت افسوس ہوتا ہے کہ بعض حضرات اس مسئلہ کو بھی سیاسی نقطۂ نظر سے دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اردو تحفظ اردو کی تحریک کو پاکستانی قسم کی چیز سمجھتے ہیں بڑی غلطی ہوگی اگر اس مسئلہ میں مسلم لیگ کا ذکر کیا جائے کیونکہ مسلم لیگ یہاں ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے اور اگر اب اس کا کوئی تذکرہ زبان کا مسئلہ میں دلچسپی لینا چاہتا ہے تو ہم اس کو صرف اس لئے مردود قرار نہیں دے سکتے کہ وہ کسی وقت مسلم لیگ کا ممبر رہ چکا تھا۔

اس سلسلہ میں "انجمن ترقی اردو" کا ذکر بھی ضروری ہے۔ تقسیم ہند کے بعد جب دہلی میں فساد ہوا۔ تو مولوی عبدالحق پاکستان چلے گئے۔ حالانکہ ان کو نہ جانا چاہئے تھا کیونکہ ان کی خدمات دراصل ہندوستان ہی کو مقدم رکھ کر پاکستان کو۔ لیکن شکر ہے کہ ان کے جانے کے بعد "انجمن ترقی اردو" فنا نہیں ہوئی اور مرکزی حکومت نے معقول مدد دے کر اس کا دفتر علی گڑھ میں قائم کر دیا ہے۔

ابھی تک انجمن کی طرف سے کوئی پروگرام شائع نہیں ہوا اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ "ترقی اردو" کے لئے وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہمیں پوری توقع ہے کہ وہ اس نام کی حرمت کا ضرور خیال رکھے گی جس نام سے وہ قائم کی گئی ہے اور کوئی ایسی اسکیم نہ بنائے گی جس میں مسلم پبلک کو شک و شبہ پیدا ہونے کی گنجائش ہو۔

ہندوستانی بالکل دوسری چیز ہے اور اردو بالکل دوسری۔

ہماری زندگی میں سائنس کی اہمیت

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۶)

دوسرے بولنے والے کو دیکھ بھی سکتے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب آپ ٹیلیفون پر بھی ایک دوسرے کو دیکھ سکیں۔

اخبارات ہماری روزمرہ کی زندگی کا نہایت اہم جز ہیں اخبارات سے ہمیں دنیا کی خبریں منڈیوں کے بھاؤ اور اہم سیاسی تبدیلیوں وغیرہ سے پتہ چلتا رہتا ہے آج ضرورت اس امر کی ہے کہ چھاپے خانے ایسے تیار کئے جائیں کہ کم سے کم وقت میں اخبار چھپ سکیں اور ان میں تازہ ترین خبریں شائع ہوں سکیں اردو ٹائپ کا مسئلہ بھی جنوں میں پڑا ہے اس کا بھی حل جلد ہونا چاہئے تاکہ اردو کے اخبارات اور کتابیں جلد سے جلد اور کثیر سے کثیر تعداد میں سستی شائع ہوں اور عوام دلچسپی سے اور بہ آسانی پڑھ سکیں۔

کپڑا بننے کے پہلے چرخہ تھا۔ کہاں چرخہ اور کیا مجھے تھے اب فیکٹریاں اور بڑے بڑے مل ہیں جن میں ابھی ترقی کی گنجائش موجود ہے۔

امریکہ اور دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں تو مشینوں اور بجلی کا استعمال بہت ہی بڑھ گیا ہے۔ بادیں چنانچہ جدید مشین استعمال ہوتی ہیں انسے تورتے اور مشینوں کا کام مشینوں سے لیا جاتا ہے۔ اور دور دور دھ لطے کی دور کر کم مشین کرنے سے سالوں میں پانی کی مقدار صرف پہنچ سکے اور استعمال کر سکے اور زراعت کرنے

اور بجز سے بیتے جو بھی شین کام آئے۔

سائنس کی دنیا کا سب سے آخری اور حیرت انگیز کارنامہ "جوہری قوت" ("Atom energy") کا انکشاف ہے ابھی تو اس کا تجربہ تباہی کے لئے کیا گیا۔ لیکن آگے چل کر اس سے دنیا کی انتہائی مشکلات کا حل بھی ہو سکتا ہے۔ اس میدان میں ترقی کی گنجائش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ابھی تو اس کی ابتدا ہی ابتدا ہے۔

چین کی کمیونسٹ حکومت قائم ہو گئی

ہانگ کانگ ۲ اکتوبر۔ سینچر کے روز پیکنگ ریڈیو نے اعلان کیا کہ چینی کمیونسٹوں کے ماہر امور ماؤ چو این لائی کو کمیونسٹ حکومت کا جو گزشتہ ہفتہ قائم ہو چکی ہے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ مقرر کیا گیا ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ چین کی جدید حکومت سے سوویٹ یونین اور مشرقی یورپ کی عوامی جمہوریتوں سے مضبوط طور پر وابستہ ہے۔

چین کی جدید سرکاری قیادت چھ شخصیتوں پر مشتمل ہے ان میں تین ایسی بھی ہیں جو برائے نام غیر کمیونسٹ ہیں۔ لیکن حکومت مضبوطی کے ساتھ کمیونسٹوں کی گرفت میں ہے یہ تین غیر کمیونسٹ ہیں جنرل لی چی سن صدر ڈیموکریٹک لیگ جنہیں قوم پرستوں نے کبھی کمیونسٹ کی دم کا لقب دیا تھا مارشل لی چی شن صدر کومنتانگ انقلابی کمیٹی اور مادام سن یات سن جو چینی جمہوریت کے بانی کی بیوہ ہیں۔ یہ تینوں کمیونسٹوں کی اس جدید حکومت کے نائب صدر ہیں۔ ان کے علاوہ مزید تین نائب صدور ہیں جو کمیونسٹ پارٹی کے رکن ہیں اور ماؤ زے تنگ عوامی انقلابی کمیٹی کے بھی صدر منتخب ہوئے ہیں۔ دیگر اہم عہدوں پر حسب ذیل شخصیتوں کو مقرر کیا گیا ہے جنرل شو تے کمیونسٹ فوجوں کے کمانڈر ان چیف اور شون جو عوامی عدالت کے چیف جسٹس یہ تقررات مرکزی عوامی حکومت کی کونسل نے کئے ہیں جو آج سے عہدہ پر قائم ہو گئی ہے۔

صدر ماؤ زے تنگ نے بیان کیا کہ عوامی آزادی کی جنگ کمیونسٹوں نے بنیادی اور اصولی طور پر فتح کر لی ہے انہوں نے کہا کہ تمام بیرونی حکومتوں کو مطلع کیا جا چکا ہے کہ نئی حکومت، جو چین کے تمام عوام کی واحد نمائندہ عوامی حکومت ہے کسی بھی ایسی غیر ملکی حکومت سے سفارتی تعلقات قائم کرنے پر آمادہ ہے جو مساوات، باہمی مفاد اور ایک دوسرے کی علاقہ داری سالمیت و خود مختاری کے احترام کے اصولوں پر چلنے تیار ہو۔

اشتہار

حاضری مدیون مرہونہ بنگلر
بدارالقضا ضلع مہر سد بنج کریم نگر

مورخہ ۱۰ آبان ۱۳۵۸ف مقدمہ نمبر ۱۵۵ بہ اجلاس
محمد حبیب اللہ فاروقی منصف تعلقہ سرسلہ جنم جگ راؤ
بنام
دعویٰ اجرائی ڈگری ـ مرنگنتی چناگیا پدری
مرہونہ ـ جامبو نگنتی چناگمپاری ولد وادراپاری قوم
ایادار عمر ۴۲ سالہ پیشہ زراعت ساکن مقطعہ پلی تعلقہ سرسلہ
ضلع کریم نگر مقدمہ صدر عدالت ہذا سے متعدد مرتبہ نوٹس اجرا
کئے گئے لیکن نوٹس بوجہ عدم سکونت واپس ہوئے ہیں۔
اس لئے اب حسب استدعا ڈگری دار تم کو اطلاع دیجاتی
ہے کہ بتاریخ ۲۴ آذر ۱۳۵۸ف یوم پنجشنبہ بوقت ۱۰ بجے
دن اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر اس ڈگری
کی نسبت کوئی وجہ رکھتے ہو تو پیش کرو۔ ورنہ حسب
ضابطہ کارروائی کی جائے گی پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا
آج بتاریخ ۱۰ آبان ۱۳۵۸ف میری دستخط و مہر عدالت
سے جاری کیا گیا۔ فقط نقل دستخط محمد غلام حسین صدر
تحصیل۔ شرح دستخط مرزا حسینی بیگ سررشتہ دار

دواؤں کی انتہائی قیمتیں مقرر کردی گئی ہیں

حیدرآباد ۳ آذر ـ دستور العمل انسداد ذخیرہ
بندی و نفع اندوزی کے تحت حکومت حیدرآباد نے مورخہ
۲۰ آذر ۱۳۵۸ف کے ذریعہ دواؤں کی چلر فروش کی انتہائی
قیمتیں مقرر کرنے کے احکام جاری کئے ہیں ان قیمتوں
میں محصول فروخت شامل نہیں ہوگا۔

مذکورہ بالا اعلان کے ساتھ ایک ضمیمہ شامل
ہے جس میں مختلف دواؤں کی چلر فروشی کی انتہائی
قیمتیں درج ہیں۔ اس ضمیمے کی مصدقہ نقلیں بلدہ
حیدرآباد میں ناظم صاحب راتب بندی کے دفتر سے،
سکندرآباد میں مددگار ناظم راتب بندی کے دفتر سے
اور اضلاع میں سیول ایڈمنسٹریٹر صاحبان کے دفاتر
سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ عوام کو آگاہ کیا جاتا ہے
کہ وہ ان اعلان کردہ قیمتوں سے زائد ادا نہ کریں۔

دواؤں کے تاجروں کو بھی ذریعہ ہذا مطلع
کیا جاتا ہے کہ وہ ضمیمے میں مندرجہ قیمتوں کی پابندی کریں
بلدہ حیدرآباد اور سکندرآباد میں ناظم صاحب
راتب بندی، اور اضلاع میں سیول ایڈمنسٹریٹر صاحبان
قیمتوں کی فہرست کو نافذ کریں گے۔

(اطلاعات)

اعلان

تحت حکم نگرانی شکر بابت ۱۳۵۵ف مطلع کیا جاتا ہے کہ یکم آذر ۱۳۵۸ف مطابق یکم نومبر
۱۹۴۹ء سے شکر کی فروخت صرف اجازت یافتہ بیوپاری کریں گے وہ تاجر جو
شکر کی فروخت کے کاروبار کرنا چاہتے ہوں انھیں چاہیئے کہ وہ حصول اجازت نامہ
چلر فروشی شکر کے لئے دفتر ہذا میں بصراحت ذیل درخواست پیش کریں۔

(۱) نام درخواست گزار (۲) درخواست گزار کا پیشہ
(۳) درخواست گزار کی سکونت
(۴) " " کے مقام کاروبار کا محل وقوع
(۵) " " کتنے عرصے سے اجناس خوردنی کی تجارت کرتا ہے معہ صراحت اجناس و شکر۔
(۶) میں اقرار کرتا ہوں کہ حسب ذیل اجناس خوردنی و شکر آج کے دن میرے قبضہ میں موجود ہیں۔
(۷) میں شرائط اجازت نامہ تحت حکم نگرانی شکر بابت ۱۳۵۵ف کی پابندی کرنے کا اقرار کرتا ہوں۔
(۸) دستخط درخواست گزار معہ تاریخ۔

۲ ـ یہ درخواستیں شہر حیدرآباد کی حد تک ناظم صاحب راتب بندی اور شہر سکندرآباد کی حد تک مددگار ناظم
صاحب راتب بندی کے نام ۸ آذر ۱۳۵۸ف مطابق ۸ نومبر ۱۹۴۹ء تک روانہ کی جائیں۔

(شرح دستخط ـ ناظم راتب بندی)

اعلان

محکمہ صدر حکومت حیدرآباد نشان (۱۴) ، مورخہ ۲۰ آبان ۱۳۵۸ف بہ نفاذ ان اختیارات کے جو حکم نگرانی شکر
شکر سے بنی ہوئی اشیاء نشان (۱) بابت ۱۳۵۸ف کے فقرہ (۶) کے تحت مجھے حاصل ہیں میں ذریعہ ہذا
شکر کی حسب ذیل قیمتوں کا تعین کرتا ہوں جن کا نفاذ یکم آذر ۱۳۵۸ف مطابق یکم اکتوبر ۱۹۴۹ء سے ہوگا
(۱) نظام شوگر فیکٹری اندرون ریاست حیدرآباد ریلوے اسٹیشنوں پر اجازت یافتہ تھوک فروشوں کو فی تھیلہ درنی
(۱۱۰) سیر ایک سو اٹھارہ روپیہ تیرہ آنے کے حساب سے فروخت کرے گی۔
(۲) اجازت یافتہ تھوک فروش جن کے گودامات ریلوے اسٹیشنوں پر واقع ہوں اجازت یافتہ چلر فروشوں کو فی
تھیلہ وزنی (۱۱۰) سیر ایک سو انیس روپیہ پانچ آنے کے حساب سے فروخت کریں گے۔
(۳) اجازت یافتہ چلر فروش بحساب ایک روپیہ ایک آنہ چھ پائی فی سیر فروخت کریں گے۔
(۴) ایسے مقامات کے لئے جو ریلوے اسٹیشنوں پر واقع نہ ہوں سیول ایڈمنسٹریٹر علاقہ نرخ مندرجہ صدر میں
اخراجات حمل و نقل شریک کرنے کے بعد نرخ کا تعین کریں گے۔
تم خریدار جبکہ کسی ایسے مقام پر کہ حکم راتب بندی کے تحت راتب بندی نافذ کیا گیا ہو تو وہاں ناظم راتب بندی قیمت کا تعین کریں گے
کوئی شخص جو حکم ہذا کے تحت مقرر کردہ نرخ سے زائد نرخ پر شکر فروخت کرے تو وہ تحت فقرہ حکم نگرانی شکر و شکر سے بنی ہوئی اشیاء
نشان (۱) ، مورخہ ۲۶ آبان ۱۳۵۸ف مستوجب سزا ہوگی۔ فقط ـ شرح دستخط ـ سی۔ پی۔ گپتا۔ معتمد صدر۔

اعلان

قواعد راتب بندی کے فقرہ (۱۲) ضمن (۲) کے مطابق راتب کارڈ ہولڈران پر لازم ہے کہ اگر وہ اپنی سکونت
مستقل طور پر تبدیل کریں تو ایسی تبدیلی کی اطلاع متعلقہ عہدہ دار راتب بندی کو دیں۔ اکثر کارڈ ہولڈران
نے اپنے تبدیلی سکونت کی اطلاع متعلقہ دفتر کو نہیں دی ہے چونکہ وارڈوں کی جدید مردم شماری کیجارہی ہے
لہٰذا جن لوگوں نے اپنے تبدیل شدہ سکونت کی اطلاع نہیں دی ہے ان کے کارڈ منسوخ ہو جائیں گے لہٰذا
کارڈ ہولڈران کو ان کی سہولت کے مد نظر مطلع کیا جاتا ہے کہ متعلقہ وارڈ کو اپنی نئی سکونت سے مطلع کریں ورنہ
اگر ان لوگوں کے راتب کارڈ زیر غلط اجرات ہو تو اس کی ذمہ داری دفتر راتب بندی پر نہ ہوگی۔ فقط
ناظم راتب بندی

اعلان

محکمہ معتمد صدر حکومت حیدرآباد نشان (۳۱/۷) مورخہ ۲۸ آبان ۱۳۵۸ف بہ نفاذ ان اختیارات
کے جو تحت فقرہ (۲) (الف) حکم نگرانی شکر و شکر سے بنی ہوئی اشیاء نشان (۱) ، مورخہ ۲۶
آبان ۱۳۵۸ف مجھے حاصل ہیں میں بذریعہ ہذا شہر حیدرآباد و سکندرآباد کے لئے ناظم راتب بندی کو
اور اضلاع کے لئے متعلقہ سیول ایڈمنسٹریٹر ضلع کو اپنے کل اختیارات تفویض کرتا ہوں فقط۔
شرح دستخط
سی۔ پی۔ گپتا
معتمد صدر ۲۱